مکی عہد نبوی میں مسلم آبادی
ایک تجزیاتی مطالعہ
(۲)

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

بنو سہم

مکی اشرافیہ کے اس صاحبِ ثروت وجاہ بطن میں بھی متعدد قدیم مکی مسلمان اسلامی تحریک کے آغاز سے موجود تھے۔ ابن اسحاق نے مہاجرین حبشہ میں سہم کے تیرہ ارکان اور ایک زبیدی حلیف حضرت محمیہ بن جزء کا نام گنایا ہے۔ اولین مسلمانوں میں بنو قیس بن عدی کے تین افراد حضرات خنیس بن حذافہ اور ان کے دو بھائی حضرات عبداللہ اور قیس تھے اور حضرت خُنیس کی اہلیہ حضرت حفصہ بنت خطاب قدیمی مسلم تھیں۔ یہ تینوں خاندان مہاجرین حبشہ میں شامل تھے۔[1] بنو سہم کے اہم ترین خاندان بنو عاص بن وائل کے ایک فرزند حضرت ہشام بن عاص بھی ابتدائی مکی مسلم تھے اور کاروانِ حبشہ کے ایک رکن رکین۔[2] حضرت خنیس کی کسی اولاد کا ذکر نہیں ملا ہے مگر ان کے بھائی قیس کے تین فرزندوں عدی، فروہ اور نعمان کا حوالہ آیا ہے اور یہ بھی ذکر آتا ہے کہ ان کے خاندان میں زیادہ تر عورتین تھیں۔[3] البتہ عبداللہ بن حذافہ کے خاندان والوں کا ذکر ابن سعد کے یہاں نہیں ہے۔[4] مذکورہ بالا حضرات وخواتین کے علاوہ دوسرے قدیم سہمی مسلم تھے حضرات عبداللہ بن حارث، ابو قیس بن حارث، حارث بن حارث، معمر بن حارث، بشر بن حارث اور موخرالذکر کے ایک ماں جائے سعید بن عمرو تمیمی اور سعید بن حارث، سائب بن حارث، حجاج بن حارث، تمیم / نمیر بن حارث، عمیر بن رئاب اور غالباً معبد بن حارث۔ یہ بہت اہم حقیقت ہے کہ بنو سہم کے شدید ترین اسلام دشمن رئیس حارث بن قیس سہمی کے آٹھ دس حقیقی اور سوتیلے فرزندوں نے مکی دور کے آغاز ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا۔[5] مونٹگمری واٹ نے معلوم وجوہ سے فرزندان حارث میں سے صرف چھ کے نام گنائے ہیں[6] اس سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ شہرہ آفاق مستشرقین کس طرح مکی مسلمانوں کی تعداد کم کرکے پیش کرتے ہیں۔

بنو سہم کے حلیف محمیہ بن جزء زبیدی کی کم از کم ایک ماں جائی بہن لبابہ بنت حارث تو حضرت

عباس بن عبدالمطلب کی زوجہ تھیں کا پتہ چل سکا ہے۔ اسی طرح ابن سعد نے ان کی دو دختروں کا الگ الگ حوالہ دیا ہے جن میں ایک حضرت عمرو بن عاص سہمی کی بیوی اور مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی والدہ تھیں اور دوسری حضرت فضل بن عباس بن عبدالمطلب ہاشمی کی بیوی تھیں جن سے ایک دختر ام کلثوم پیدا ہوئی تھی[۶] ان شہادتوں سے قرینہ ملتا ہے کہ ان کے خاندان میں کئی افراد تھے جو غالباً مکی مسلم تھے۔

بنو زہرہ

اس قریشی بطن کے دو گھرانوں بنو عوف بن عبد عوف اور بنو اہیب کے بالترتیب دو عظیم افراد حضرات عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص حضرت ابوبکر صدیق کی دعوت پر ابتدائے تحریک میں اسلام لا چکے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کے پورے گھرانے مسلمان ہو گئے تھے۔ ان میں سے اول الذکر کی دو بیویاں جو مشہور شیوخ قریش عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کی بیٹیاں تھیں اپنے شوہر کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئی تھیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی ایک بیوی (بنت شیبہ) سے ان کے ایک فرزند محمد اور ایک دختر ام القاسم تھیں جن کا شمار صحابہ میں ہوتا ہے[۸]۔ اگرچہ ان کی دوسری بیوی ام کلثوم (بنت عتبہ) سے ایک فرزند سالم اکبر پیدا ہوئے تھے لیکن ان کا اسلام سے قبل انتقال ہو گیا تھا[۹]۔ ان کے علاوہ صحابی موصوف نے کم از کم پندرہ شادیاں اور کی تھیں اور باندیاں ان کے سوا تھیں اور ان سب سے متعدد اولادیں تھیں[۱۰]۔ ان میں سے کتنی بیویاں مکی عہد کی تھیں اور کتنی مدنی عہد نبوی یا بعد کے دور کی کہنا مشکل ہے لیکن یہ صحیح ہے کہ بوقت ہجرتِ مدینہ وہ صاحبِ مال و جاہ شخص تھے اور ان کا بھرا پُرا خاندان تھا جو مکی عہد کا مسلم تھا۔ ہجرت کے وقت وہ چالیس بیالیس کی پختہ عمر کے شخص تھے[۱۱]۔ اگرچہ ماخذ میں صراحت نہیں ملتی تاہم یہ یقینی ہے کہ ان کے غلام اور موالی اور باندیاں بھی رہی ہوں گی۔ ان کے دوسرے افرادِ خاندان میں ان کی ایک بہن حضرت عاتکہ کے بارے میں بھی صراحت ملتی ہے کہ وہ مکی عہد کی مسلم تھیں[۱۲]۔ چونکہ ان کے شوہر مخرمہ بن نوفل زہری نے مکی عہد میں اسلام قبول نہیں کیا تھا، اس لیے انھوں نے اپنے شوہر کو چھوڑ کر اپنے مکی مسلم فرزند حضرت مسعود بن مخرمہ[۱۳] کے ساتھ مدینہ ہجرت کی تھی۔ اس سے زیادہ اہم بات یہ کہ ان کی بوڑھی والدہ نے ابتدا ہی میں اسلام قبول کر کے ہجرت کی سعادت حاصل کی تھی[۱۴]۔ اس طرح حضرت عبدالرحمٰن کے کم از کم آٹھ عزیزو

اقارب کے قبولِ اسلام کی بکی صراحت ملتی ہے ظاہر ہے کہ ان کے کل مکی مسلمانوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ رہی ہوگی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص زہری کے گھرانے میں ان کے سوا ان کے دو بھائیوں عامر زہری اور عمیر زہری کے مکہ مکرمہ میں اور ایک اور بھائی عتبہ زہری کے مدینہ میں جہاں وہ ہجرت سے قبل جا بسے تھے اسلام قبول کرنے کا واضح بیان ملتا ہے۔ حضرت سعد کی والدہ بھی مکی مسلم تھیں۔ اس خاندان میں سوائے حضرت عمیر کے جو بوقتِ ہجرت بارہ چودہ سال کے تھے باقی سب شادی شدہ اور صاحب اولاد تھے۔ قیاس ہے کہ ان کی خواتین بھی مکی عہد کی مسلمان تھیں[۱۵]۔ ان کے موالی اور غلاموں کے امکان کو بھی یکسر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا لیکن ان کے مسلم افراد کی تعداد متعین کرنا بھی اسی طرح مشکل ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہری کا ایک رشتہ دار خاندان جو ان کے چچا کا تھا مکی عہد کا مسلم تھا۔ مکی عہد کے مسلمانوں میں اس گھرانے کے تین افراد حضرات مطلب، طُلَیب اور عبدالرحمٰن بن ازہر کے اسمائے گرامی ملتے ہیں[۱۶]۔ ان کی خواتین میں اول الذکر کی زوجہ محترمہ حضرت رملہ بنت ابی عوف بھی قدیم مکی مسلم تھیں[۱۷]۔ یہ سب خواتین و حضرات ہجرتِ حبشہ کے قبل کے اسلام لانے والوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ قیاس ہے کہ بعض اور ارکانِ خاندان بھی ابتدائی عہد کے مسلم تھے جن کا ذکر تاریخوں میں آنے سے رہ گیا ہے۔

بنو زہرہ کے ابتدائی مکی مسلمانوں میں بنو شہاب گھرانے کے دو رکن حضرات عبداللہ بن شہاب زہری اور ان کے برادر خورد عبداللہ اصغر شامل تھے جن میں سے اول الذکر قبلِ ہجرتِ حبشہ وفات پا گئے تھے جبکہ موخر الذکر نے ہجرتِ حبشہ کے بعد واپس آکر مکہ ہی میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا تھا[۱۸]۔ ان کے دوسرے متوسلین کا ذکر نہیں مل سکا۔

بنو زہرہ کے مختلف گھرانوں کے علاوہ ان کے متعدد حلیفوں اور موالی کے گھرانوں نے بھی شروع ہی میں اسلام قبول کیا تھا۔ ان میں سب سے اہم اور ممتاز خاندان حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلی کا تھا جس میں ان کے سوا ان کے ایک بھائی حضرت عتبہ اور ان کی والدہ ماجدہ کے قبولِ اسلام کی صراحت ملتی ہے۔ اگرچہ ان کی ازواج و اولاد کے اسلام لانے کا ذکر نہیں ملا ہے لیکن یہ واقعہ ہے کہ وہ بھی مکی عہد کے مسلمان تھے کیوں کہ دونوں بھائیوں کی عمریں ہجرت کے وقت ۳۷ اور ۳۵ سال کی تھیں اور مآخذ میں ان کے ازواج

واولاد کا حوالہ بھی ملتا ہے۔[۱۹]

اس قریشی بطن کے دوسرے حلفاء میں حسب ذیل خاندان شامل تھے: حضرت شرحبیل بن حسنہ کندی کا خاندان جس میں ان کے اور ان کی والدہ ماجدہ کے قبول اسلام کا صراحت کے ساتھ ذکر آتا ہے جبکہ دوسرے ارکان کا قبولِ اسلام مضمر ہے۔[۲۰] دوسرا خاندان حضرت مقداد بن عمرو بہرانی کا تھا۔[۲۱] ایک خزاعی حلیف حضرت ذوالشمالین بن عمرو خزاعی بھی ابتدائی مکی مسلمان تھے۔ وہ بدری صحابی تھے۔[۲۲] ایک اور حلیف حضرت مسعود قاری بھی ابتدائی مسلم تھے۔[۲۳] اس خاندان کے ایک مولیٰ حضرت خباب بن ارت تمیمی قدیم ترین مکی مسلمانوں میں سے تھے جنھوں نے اسلام کی خاطر بے نظیر قربانیاں دی تھیں۔[۲۴] اگرچہ ان میں سے اکثر کے اہلِ خاندان کا ذکر مآخذ میں کم پایا جاتا ہے مگر یہ یقینی ہے کہ ان کے اپنے خاندان والے تھے اور کم از کم ان کے نابالغ بچے اور بعض دوسرے افراد بھی مکی عہد میں اسلام قبول کر چکے تھے۔

بنو اسد

صفِ دوم کے اس قریشی بطن میں غالباً اولین مکی مسلم حضرت زبیر بن عوام اسدی تھے جن کا تعلق اس کے بنو خویلد کے گھرانے سے تھا۔[۲۵] وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب ہاشمی کے فرزند تھے اور ان کی والدہ ماجدہ بھی ابتدائی عہد کی مسلم تھیں۔ حضرت زبیر کے ایک بھائی حضرت سائب بن عوام نے بھی مکی عہد میں اسلام قبول کیا تھا۔[۲۶] حضرت زبیر بن عوام کے اپنے خاندان میں گیارہ فرزندوں اور نو دختروں کے علاوہ کم از کم چھ ازواج کا ذکر ابن سعد میں ملتا ہے۔[۲۸] ان میں سے بیشتر شادیاں اور اولادیں مدنی عہد میں ہوئی تھیں۔ مکی عہد میں ان کی کم از کم ایک بیوی ضرور تھیں اور ان کا اسم گرامی اسماء بنت ابی بکر صدیق تھا۔ جن سے پانچ فرزند اور تین دختر پیدا ہوئی تھیں۔[۲۹] فرزند تو سب مدینہ میں تولد ہوئے تھے دختروں کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے ہجرت مدینہ کے وقت وہ انتیس۲۹ تیس۳۰ سال کے تھے۔[۳۰] اور قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ صاحب اولاد ضرور تھے۔

بنو خویلد کے گھرانے کے دوسرے مکی مسلمانوں میں حضرت خدیجہ اور ان کی بہن ہالہ تھیں۔[۳۱] ان میں سے اول الذکر کا شمار ہم ان کے شوہر نامدار کے خاندان میں کر چکے ہیں ایک اور مکی مسلم ان دونوں اسدی خواتین کے بھتیجے حضرت خالد بن حزام تھے جن کے بھائی

حکیم بن حزام مکہ کے سربرآوردہ لوگوں میں تھے[۳۲] حضرت ہالہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے داماد حضرت ابوالعاص بن ربیع کی والدہ ماجدہ تھیں۔ اس خاندان کے ایک اور ابتدائی مسلم اسود بن نوفل بن خویلد تھے[۳۳] ان میں سے ہر ایک کی ازواج واولادیں تھیں۔

اس خانوادہ کے دو گھرانوں بنو حارث میں حضرت عمرو بن امیہ اسدی[۳۴] اور بنو اسود میں حضرت یزید بن زمعہ ابتدائی مسلمانوں میں تھے[۳۶] ان دونوں کے خاندان والوں اور اہل وعیال کا ذکر نہیں مل سکا۔ البتہ ان دونوں کے بارے میں بالخصوص اور دوسرے اسدی مسلمانوں کے سلسلہ میں بالعموم یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے شیوخِ قریش کی اولاد واحفاد تھے۔

دوسرے قریشی گھرانوں کی مانند بنو اسد کے بھی حلیف اور موالی تھے جو مکہ کے ابتدائی زمانے میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ ان میں غالباً سب سے اہم حضرت حاطب بن ابی بلتعہ لخمی تھے[۳۷] ان کے ایک مولی حضرت سعد بن خولی قضاعی بھی ابتدائی مکی مسلم تھے[۳۸] یہ دونوں بدری صحابی تھے۔ موخر الذکر کے صرف ایک فرزند عبداللہ کا ذکر ملا ہے جبکہ اول الذکر ایک خوشحال تاجر اور صاحبِ اہل وعیال شخص تھے۔ بوقتِ ہجرتِ مدینہ ان کی عمر پینتیس[۳۵] برس کی تھی۔

بنو جمح

مکہ مکرمہ کے اس قریشی بطن میں دو شاخیں کفر واسلام کی آویزش کی نمائندگی کرتی تھیں۔ بنو وہب کے دو سردار امیہ بن خلف اور اس کا بھائی ابی بن خلف اسلام کے شدید ترین دشمن تھے تو حضرت عثمان بن مظعون جمحی کا گھرانا بنو حبیب اسلام کا علمبردار تھا۔ صحابی موصوف قدیم ترین مکی مسلمانوں میں تھے اور ابن اسحاق نے ان کو پہلے چھیالیس[۴۶] یا چون[۵۴] مسلمانوں کی فہرست میں شامل کیا ہے[۳۹] یہ امر تقریباً یقینی ہے کہ ان کا پورا گھرانا مسلمان ہوگیا تھا کیونکہ فہرست ابن اسحاق میں ان کے تین بھائیوں — حضرات سائب، قدامہ اور عبداللہ — کے علاوہ ان کے ایک فرزند حضرت سائب بن عثمان کے قبول اسلام کی صراحت کی گئی ہے[۴۰] خواتین میں ان کی ایک اہلیہ جن کا جمحی خاندان ہی سے تعلق تھا اور ایک بہن کے اسی دور میں قبول اسلام کا ذکر ملتا ہے[۴۱] ابن سعد نے ان کی ایک بیوی خولہ بنت حکیم اور ان کے ایک اور فرزند عبدالرحمٰن کا بھی ذکر کیا ہے[۴۲] مورخ موصوف نے ان کی ایک اور عورت ام العلاء کا بھی حوالہ دیا ہے[۴۳] اسی طرح حضرت عبداللہ کے ایک فرزند محمد[۴۴]، حضرت قدامہ کی پانچ اولادوں اور چار بیویوں

کا ذکر آیا ہے[۴۶]۔ حضرت سائب بن عثمان کی ازواج و اولاد کا اگرچہ ذکر نہیں کیا ہے لیکن ایک روایت میں بوقتِ ہجرت ان کی عمر اٹھارہ سال بتائی ہے[۴۷]۔ اس پورے خاندان کے مکی عہد میں مسلمان ہونے کی سب سے بڑی شہادت یہ ہے کہ روایات کے مطابق وہ اپنے تمام مردوں عورتوں اور بچوں کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ گئے تھے اور ان کے پیچھے ان کے گھروں کو تالا لگا دیا گیا تھا[۴۸]۔

بنو جمح کا دوسرا مکی عہد کا مسلم گھرانا بنو معمر بن حبیب کا تھا۔ اس میں حضرات معمر بن حارث، ان کے دو بھائی حطاب اور حاطب، موخر الذکر کی اہلیہ مکرمہ حضرت فاطمہ بنت مجلل اور ایک ماں سے ان کے دو فرزندوں محمد اور حارث اور دوسری ماں جہیرہ ام ولد سے تیسرے فرزند حضرت عبداللہ اور حضرت حطاب بن حارث کی زوجہ محترمہ فکیہہ بنت یسار کے قبول اسلام کی صراحت ملتی ہے[۴۹]۔ اس گھرانے کے عم زادوں میں حضرت سفیان بن معمر، ان کی اہلیہ محترمہ حسنیٰ، ان کے فرزندوں جابر و جنادیٰ اور حضرت سفیان بن معمر کے ایک حقیقی بھائی جمیل بن معمر اور ایک ماں جائے بھائی حضرت شرحبیل بن عبداللہ غوثی کے مکی عہد میں مسلمان ہونے کی شہادت ملتی ہے[۵۰]۔ بنو احیان بن وہب کے ایک اہم فرد حضرت نبیہہ بن عثمان بن ربیعہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ قدیم مسلم بھی تھے اور مہاجر حبشہ بھی[۵۱]۔ ظاہر ہے کہ ان مسلمانوں کے تمام متعلقین خصوصاً بچوں اور عورتوں کے قبول اسلام کا ذکر مضمر ہے[۵۲]۔ اس کے علاوہ ان کے حلفاء اور موالی کے قبولِ اسلام کے امکان سے بھی صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا۔

بنو عبد الدار

قریش کے تمام بطون میں بنو عبد الدار کا گھرانا بنو عبد مناف سے نسبی لحاظ سے سب سے زیادہ قریب تھا کہ وہ دونوں حقیقی بھائیوں کے خاندان تھے۔ اس خاندان کے سابقین اولین میں حضرت مصعب بن عمیر عبدری اور ان کے بھائی حضرت ابو الروم بن عمیر عبدری شامل تھے۔ وہ دونوں مہاجرین حبشہ اور مہاجرین مدینہ کے کاروانوں میں بھی شریک تھے۔ ہجرت کے وقت حضرت مصعب کی عمر چالیس سال کے قریب تھی[۵۳]۔ ابن سعد نے ان کی ایک اہلیہ حمنہ بنتِ جحش اور ایک بیٹی زینب کا ذکر کیا ہے جس کی شادی صحابی موصوف نے اپنی زندگی میں عبداللہ بن ابی امیہ سے کی تھی اور ان سے ایک بچی قریبہ نامی پیدا ہوئی تھی۔ حضرت مصعب

غزوہ احد میں ۳ھ شہید ہوئے[۵۵]۔ لہٰذا یہ قطعی ہے کہ ان کا پورا گھرانا مکی عہد میں اسلام لا چکا تھا۔ ان کے بھائی ابوالروم بھی اسی غزوہ میں شہید ہوئے تھے مگر ان کے اہل خاندان میں سے کسی کا ذکر نہیں ملا ہے۔

دوسرے عبدری مکی مسلمانوں میں ابن اسحاق نے حضرات سُوَیبط بن سعد، جہم بن قیس اور موخر الذکر کی زوجہ حضرت ام حرملہ بنت عبد الاسد خزاعی اور دو فرزندوں حضرات عمرو اور خزیمہ کے علاوہ حضرت فراس بن نضر بن حارث کو گنا یا ہے۔ ابن سعد نے بنو عبد الدار کے ایک مولی حضرت ابو فکیہہ ازدی کا اضافہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ قدیم الاسلام بھی تھے اور مہاجرِ حبشہ بھی[۵۶]۔ اس خاندان کے دوسرے ارکان، موالی یا حلفاء کے قبولِ اسلام کا حوالہ ہمارے مآخذ میں عام طور سے نہیں پایا جاتا لیکن تفحص سے ان کی تعداد میں اضافہ کا پورا امکان ہے۔

بنو عامر بن لوی

ماہرینِ انساب کے نزدیک بنو عامر بن لوی قریش البطائح کے بجائے قریش الظواہر کے زیادہ قریب تھے[۵۷]۔ بہر حال نسبی اور جغرافیائی الحاق کوئی بھی رہا ہو یہ حقیقت ہے کہ اسلام نے ابتدا ہی سے اس خاندان/بطنِ قریش میں قدم جما لیے تھے۔ بنو عبد شمس کے گھرانے کے دو افراد حضرات سلیط بن عمرو اور ان کے بھائی سکران اور ان دونوں کی بالترتیب زوجاتِ محترمات حضرات فاطمہ بنت علقمہ اور سودہ بنتِ زمعہ قدیم عہد کی مسلمان تھیں اور مہاجرین حبشہ بھی۔ وہاں حضرت سکران کا انتقال ہو گیا اور ان کے متعلقین کی ایک سال بعد واپسی ہوئی اور حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد حضرت سودہ ام المومنین بن گئیں تھیں[۵۸]۔ اگرچہ سیرت و تاریخ کے مآخذ صراحت نہیں کرتے لیکن نسب و سوانح کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے متعلقین بھی خاص کر ان کے بچے قدیم مکی عہد کے مسلمان تھے[۵۹]۔ ابن سعد نے حضرت سلیط بن عمرو کے ایک ہم نام فرزند اور ان کی ایک زوجہ فہطم بنت علقمہ کا ذکر بھی کیا ہے[۶۰]۔ اسی طرح حضرت سکران اور ان کی اہلیہ حضرت سودہ کے ایک فرزند عبد اللہ کا بھی ذکر کیا ہے جو ظاہر ہے کہ مکی مسلم تھے کیونکہ ان کے والد سکران کا حبشہ میں یا حبشہ سے واپسی پر انتقال ہو گیا تھا۔

بنو عامر بن لوی کے ایک اہم ترین مکی مسلم حضرت ابن ام مکتوم تھے جن کے اصل نام پر علماء کا اختلاف ہے۔ اہل مدینہ کے نزدیک ان کا نام عبد اللہ بن قیس تھا جبکہ علماء عراق و شام

کے نزدیک عمرو بن قیس تھا۔ مآخذ میں ان کے متعلقین کا ذکر نہیں کیا ہے۔ غالباً ان کے اہل وعیال نہیں تھے کیونکہ وہ بچپن سے نابینا تھے۔[۶۳]

ابن اسحاق نے اپنی فہرست مہاجرین حبشہ میں بنو عامر بن لوی کے مختلف گھرانوں کے آٹھ خواتین وحضرات کے اسمائے گرامی بیان کیے ہیں۔ ان میں حضرت ابن ام مکتوم کو چھوڑ کر تمام مذکورہ بالا اصحابہ شامل تھے۔ بقیہ کے نام یہ تھے: حضرات ابو سبرہ بن ابی رہم، ان کی زوجہ محترمہ ام کلثوم بنت سہیل بن عمرو۔ عبداللہ بن سہیل بن عمرو، مالک بن زمعہ بن قیس اور ان کی اہلیہ عمرہ بنت سعدی بن وقدان اور حاطب بن عمرو بن عبد شمس، اور ان کے ایک یمنی حلیف سعد بن خولی۔ ابن اسحاق نے بدری صحابہ کی فہرست میں اس قریشی خانوادے کے مجاہدین میں حضرت عمیر بن عوف کے نام کا اضافہ کیا ہے جو دراصل ان کے مولیٰ تھے۔[۶۴]

مذکورہ بالا اصحابہ کرام میں متعدد حضرات وخواتین دشمنِ اسلام شیخ قبیلہ سہیل بن عمرو عامری کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے دو بھائی اور بھاوج اور ایک فرزند و دختر کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ ان کی تمام کتخدا صاحبزادیاں بھی مسلمان ہوچکی تھیں جن میں سے ایک حضرت سہلہ تھیں جو حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ کی اہلیہ تھیں۔ ان کے ایک فرزند ابو جندل جو صلح حدیبیہ کے کچھ بعد تک باپ کی قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے ابتدائی عہد کے مسلم تھے۔[۶۵] ان عامری مسلمانوں کے اہل وعیال اور دوسرے متعلقین بھی مسلمان تھے۔[۶۶] حضرت ابو سبرہ بن ابی رہم کے تین فرزندوں کا ذکر ابن سعد نے کیا ہے جبکہ عبداللہ بن مخرمہ کی ایک اہلیہ اور دو فرزندوں کا حوالہ دیا ہے اور حضرت حاطب کی ایک اہلیہ اور ایک فرزند کا۔[۶۷] ان تمام شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مسلمانوں کے خاندان والے بھی ان کے ساتھ اسلام لائے تھے۔ اس خاندان کے دو اور افراد حضرات وہب بن سعد بن ابی سرح اور ان کے بھائی عبداللہ تھے جو مکی عہد کے مسلم اور مہاجر مدینہ تھے۔ موخر الذکر مدنی عہد میں اگرچہ کچھ مدت کے لیے مرتد ہوگئے تھے لیکن پھر اسلام لے آئے تھے۔[۶۸] اس خاندان میں اور بھی متعدد افراد تھے لیکن ان کے قبول اسلام کے زمانے کی صراحت نہیں ملتی اس لیے کچھ مزید کہنا مشکل ہے۔

بنو حارث بن فہر

یہ قریشی خاندان بھی قریش البطائح اور قریش الظواہر کے درمیان میں سمجھا جاتا رہا ہے۔

اس خاندان کے عظیم ترین مکی عہد کے مسلم حضرت ابوعبیدہ بن جراح فہری تھے اور ابن اسحاق نے قدیم مکی مسلمانوں کی تیسری فہرست میں جس میں چھیالیس[۲۷] سابقین اولین کا ذکر ہے ان کو سرفہرست رکھا ہے[۲۸]۔ خاندان کے اپنے اہل و عیال کے قبول اسلام کے بارے میں خاموش ہیں لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر بلکہ تمام مکی عہد کے مسلم تھے۔ ابن سعد نے ان کے دو فرزندوں یزید اور عمیر اور ان کی اہلیہ ہند بنت جابر عامری کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ بعد میں ان کی نسل نہیں چلی حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی عمر ہجرت کے وقت اڑتیس[۳۸] انتالیس[۳۹] کی تھی[۲۹]۔

اس خاندان کے ایک اور قدیم مسلم حضرت سہل بن بیضاء فہری تھے[۳۰] ان دونوں کے علاوہ سابقین اولین میں جن فہری افراد کا ذکر ابن اسحاق نے کیا ہے ان میں حضرات عمرو بن ابی سرح بن ربیعہ عیاض بن زہیر، عمرو بن حارث، عثمان بن عبد غنم، سعد بن عبد قیس اور حارث بن عبد قیس کے اسمائے گرامی شامل ہیں[۳۱]۔ ان میں سے پانچ بدری صحابہ بھی تھے جن میں حضرت صفوان بن بیضاء کا نام بھی شامل ہے[۳۲]۔ ان کے علاوہ دوسرے ابتدائی مسلمانوں میں حضرات حاطب بن عمرو بن ابی سرح اور عامر بن عبد غنم کو بھی شمار کرنا چاہیے[۳۳]۔ ان کے علاوہ دوسرے افراد بھی ابتدائی عہد کے مسلم رہے ہوں گے اس کا قطعی امکان ہے[۳۴]۔

قریش الظواہر

چونکہ ہمارے مستند مورخین اور قدیم ماہرین الانساب کی توجہ زیادہ تر قریش البطائح پر مرکوز رہی ہے اس لیے ان کی تحریروں میں قریش کے ان خاندانوں پر زیادہ روشنی نہیں پڑتی جو خانۂ کعبہ سے ذرا دور آباد تھے۔ وہ مکی سیاست و سماج میں کسی خاص اہمیت کے مالک نہ تھے اس لیے ان پر کسی مورخ کی نظر بھی نہ پڑی[۳۵]۔ ظاہر ہے کہ ان میں اشاعت اسلام کی تاریخ بھی مرتب نہیں کی جاسکتی۔ لیکن یہ بہرحال قرین قیاس ہے کہ ان کے افراد و طبقات نے کسی نہ کسی زمانے میں اسلام ضرور قبول کیا ہوگا۔ اس کی تائید مختلف واضح شہادتوں اور مضمر قرینوں سے ہوتی ہے مثلاً بنوکثیر بن ادرم کے ایک فرد عبداللہ بن خطل نے اسلام قبول کر کے مدینہ ہجرت کی تھی لیکن بعد میں مرتد ہو گیا تھا[۳۶]۔ بنو محارب بن فہر کے کئی افراد صحابہ کرام میں شامل ہیں جیسے عمرو بن ابی عامر، ضحاک بن قیس، ضرار بن خطاب، رباح بن عمرو اور کرز بن جابر[۳۷]۔ ان میں سے موخرالذکر بدر کے بعد اسلام لائے تھے۔ بقیہ حضرات کے قبول اسلام کے زمانے کے بارے

میں کچھ کہنا مشکل ہے۔

قبائل عرب

ایک تاثر یہ عام ہو گیا ہے کہ مکی عہد میں اسلام صرف مکہ مکرمہ اور قریش کے مختلف بطون و خاندانوں تک ہی محدود رہا تھا اور قبائل عرب میں اس کی اشاعت و ترویج مدنی عہد میں شروع ہوئی تھی[۷۹]۔ یہ تاثر غلط ہے کیونکہ تاریخی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی تحریک کے اولین دور ہی میں بہت سے تشنگانِ معرفت اور جویائے حق سلسبیل نبوی سے اپنی تشنگی بجھا کر عرفان و یقین خود بھی حاصل کر چکے تھے اور دوسروں کی پیاس بجھا رہے تھے اور ان کو راہِ حق دکھا رہے تھے۔

بعثتِ نبوی کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضۂ حیات صرف یہی رہ گیا تھا کہ آپ اللہ کے دین کو تبلیغ و ترغیب کے ذریعہ تمام لوگوں تک پہونچائیں۔ مآخذ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نہ صرف اپنے شہر حرام میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کرتے تھے بلکہ قرب و جوار کے علاقوں میں لگنے والے میلوں ٹھیلوں اور بازاروں میں بھی آپ اپنے پیغام حق اور دعوتِ صداقت کو لے کر پہونچ جاتے تھے۔ چنانچہ عکاظ، ذوالمجاز، مجنہ وغیرہ کے بازاروں میں آپ کی تبلیغ اسلام کے حوالے سیرت و تاریخ کی کتابوں میں بکثرت ملتے ہیں۔ اس کے سوا مکہ مکرمہ خانۂ کعبہ کی موجودگی کے سبب پورے جزیرہ نمائے عرب کا مذہبی محور و مرکز تھا جہاں سال بھر عمرہ و زیارت کرنے والوں کا تانتا لگا رہتا تھا اور حج کے موسم میں تو بہت سے قبائل کے افراد و طبقات جزیرہ نما کے گوشے گوشے اور کونے کونے سے آتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ ان زائرین و حُجاج سے ان کے ڈیروں (رحال) میں، حج و زیارت کے مختلف مواقع پر اور مکہ مکرمہ کی گلی کوچوں میں ملتے اور اپنا پیغام پیش کرتے تھے[۸۰]۔

مورخین و سیرت نگاروں نے مکہ مکرمہ میں جن بدوی قبیلوں سے آپ کی ملاقات اور اسلام کو روشناس کرانے کا ذکر صراحت کے ساتھ کیا ہے ان میں بنو عامر بن صعصعہ، بنو محارب، بنو فزارہ (غطفان)، بنو مرہ (غطفان) غسان، بنو حنیفہ، بنو سلیم، بنو عبس، بنو نصر، بنو کندہ، بنو کلب، بنو حارث بن کعب (نجران)، بنو عذرہ اور حضر موت و یمن کے متعدد قبیلے اور بطون شامل تھے[۸۱]۔ ظاہر ہے کہ قبائل عرب کی یہ تعداد مکمل نہیں ہے[۸۲]۔ ان میں مکہ و مدینہ کے قرب و جوار بالخصوص مرکزی قبیلوں کا ذکر نہیں ہے۔ اور یہ ممکن نہیں کہ ان مرکزی قبیلوں یا دوسرے بدوی اور شہری قبیلوں

نے پورے تیرہ برس تک حج و زیارت کی سعادت ہی حاصل نہ کی ہو۔ لہٰذا یہ حتمی نتیجہ نکلتا ہے کہ ایام حج و عمرہ اور قرب و جوار کے بازاروں میں آپ کی ملاقات تقریباً تمام عرب قبائل کے نمائندوں اور طبقوں سے ہوئی تھی یا انھوں نے آپ کی زبانی پیغام حق سنا تھا۔ اس کی متعدد مثالیں مآخذ میں موجود ہیں جن کا ذکر کچھ دیر بعد آئے گا۔ ہمارے مورخین و سیرت نگاری کے ماہرین کا دعویٰ ہے کہ مذکورہ بالا قبیلوں نے آپ کے پیغام کو قبول نہیں کیا تھا۔ ان کی یہ تعمیم صحیح نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ان قبیلوں نے اجتماعی طور سے دعوتِ حق مسترد کردی تھی مگر یہ بھی اسی طرح صحیح ہے کہ بہت سے افراد نے انھیں ملاقاتوں کے دوران اسلام قبول کرلیا تھا یا کم از کم ان کے دل میں اس کے بارے میں مزید جاننے اور سمجھنے کی تڑپ جاگی تھی۔

بدوی قبائل اور دور و قریب کے مقامات کو اسلام سے متعارف و روشناس کرانے میں مکہ مکرمہ سے جانے والے تجارتی و غیر تجارتی قافلوں اور حج و عمرہ اور زیارت کی سعادت حاصل کرکے واپس ہونے والے قبیلوں اور کاروانوں نے بڑا اہم کردار ادا کیا تھا۔[۳۷] ان دونوں طرح کے قافلوں میں آپ کے اور آپ کے دین کے چرچے رہتے تھے جو ہوا کے دوش پر سفر کرکے ان کے اپنے علاقوں اور لوگوں میں پہونچتے تھے اور وہاں سے اردگرد کے خطوں کو روشناسِ حق کراتے تھے۔ ان تذکروں اور چرچوں نے محروم ملاقات و دیدار لوگوں کے دلوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں جستجو پیدا کردی تھی اور اسلام کی قبولیت و اشاعت کی راہ ہموار کردی تھی۔ ان میں بہت سے لوگوں نے اپنی جستجو کی تسکین کے لیے یا تو خود رختِ سفر باندھا تھا یا اپنے معتبر نمائندے بھیج کر صحیح صورتِ حال دریافت کرائی تھی۔ چنانچہ یمن کے دور دراز علاقے میں بسے ہوئے قبیلۂ اشعر سے حضرت ابوموسیٰ اشعری مغربی قبیلے کے ابوذر غفاری اور ان کے بھائی انیس غفاری، مکہ کے جنوب میں آباد قبیلہ ازد کے طفیل بن عمرو دوسی اور ان کے ہم علاقہ و ہم قبیلہ ضماد بن ثعلبہ اور بحرین کی مشرقی سرحد پر آباد قبیلہ عبدالقیس کے اشج اور ان کے برادر زادہ[۳۸] اور نہ جانے کتنے مشتاقانِ معرفت پروانہ وار مکہ آئے تھے اور دین اسلام کے پیرو بنے تھے۔

اسلامی تحریک کے مکی دور میں بدوی قبیلوں میں اشاعتِ اسلام کی تاریخ مرتب کرنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح قریشی قبیلوں اور بطون میں اس کی تاریخ۔ لہٰذا ذیل میں ان بدوی قبائل کا مختصر ذکر کیا جارہا ہے جنھوں نے اس عہدِ حیاتِ نبوی میں اسلام قبول کرکے

سبقت و اولیت کی سعادت پائی تھی۔

بنو غفار

بدوی قبائل میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف غالباً بنو غفار کو ملا تھا جو بنو ضمرہ کی ایک ذیلی شاخ اور بنو کنانہ کا ایک بطن تھے اور جو مکہ و مدینہ کے درمیان اس بین الاقوامی شاہراہ تجارت کے قریب آباد تھے جو مغربی ساحل پر یمن سے شام کو جاتی تھی۔ اس مغربی قبیلہ کے پہلے مسلمان حضرت ابوذر غفاری، ان کے بھائی انیس اور ان کی والدہ ماجدہ تھیں[۸۵] ابن اسحاق اور ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ تینوں غفاری مسلمان اپنے قبیلہ میں واپس آئے اور ان کا نصف قبیلہ مسلمان ہو گیا اور باقی نصف نے کہا کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ آتے ہی مسلمان ہو جائیں گے اور ہجرت کے بعد وہ سچ مچ فوراً ہی اسلام لے آئے تھے۔[۸۶] حضرت ابوذر غفاری کے خاندان میں ان کے ایک فرزند اور بہو کے اسلام لانے کا ذکر ملتا ہے۔ بہر حال بنو غفار کے قبول اسلام کا سہرا حضرت ابوذر غفاری کے سر بندھتا ہے جنھوں نے نو مسلموں کے جوش و ولولہ اور جرات رندانہ کے ساتھ اپنے قبیلہ کو مسلمان کر لیا تھا۔ اگرچہ ان کے بقیہ نصف نے ہجرت کے بعد قبول کیا تھا لیکن پورے قبیلہ کے مشرف بہ اسلام ہونے کا زمانہ مکی عہد ہی کو سمجھنا چاہئے تھا۔ ابن سعد اور ابن اثیر نے متعدد غفاری صحابہ کرام کے نام گنائے ہیں[۸۷] اول الذکر کے مطابق حضرت ایما بن رخصہ غفاری مسلمانوں کی امامت کرتے تھے۔[۸۸]

عرب قبیلوں، بطون اور خاندانوں کی عددی طاقت کی تعیین کرنی بہت مشکل ہے کیوں کہ ان کے افراد و ارکان کی تعداد کا واضح ذکر نہیں ملتا۔ مگر خوش قسمتی سے بعض اوقات ان کی عددی قوت کے بعض حوالے مل جاتے ہیں جن کی بنا پر مسلم آبادی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ غزوہ خیبر میں بنو غفار کے کافی مرد و عورت شامل تھے[۸۹] اسی طرح غزوہ تبوک کے عظیم اسلامی لشکر میں غفاری دستہ کی عددی طاقت خاصی تھی۔[۹۰] ان دونوں غزوات میں ان غفاری دستوں کی متعین طاقت کا اگرچہ حوالہ نہیں ملتا تاہم فتح مکہ کے غزوہ میں ان کے فوجی دستہ کی عددی قوت کا ایک ثبوت ملتا ہے۔ ابن اسحاق کے مطابق اس غزوہ میں چار سو غفاری مجاہدین پر اس قبیلہ کا دستہ مشتمل تھا[۹۱] ہمارے اصول تخمینہ آبادی

کے مطابق بنو غفار کے کل مسلمانوں کی آبادی کم سے کم دو ہزار چار سو اور زیادہ سے زیادہ دو ہزار آٹھ سو تھی۔ ظاہر ہے کہ ہجرتِ مدینہ اور فتح مکہ کے آٹھ سالہ عرصہ میں بنو غفار کی آبادی میں اضافہ بھی ہوا ہوگا۔ لہٰذا تخمینہ سے اس آبادی میں کچھ کمی کرنی چاہیے مگر دوسری طرف یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ غزوۂ فتح مکہ قبیلۂ بنو غفار کی کل مرد آبادی شریک نہ تھی۔ اس لیے ان کی کل آبادی کا تخمینہ ہجرت نبوی کے وقت تین ہزار کے لگ بھگ متعین کیا جا سکتا ہے۔

بنو اسلم

صحیح بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قبیلہ خزاعہ عام طور سے اور قبیلہ بنو اسلم خاص طور سے مکی عہد ہی میں تحریک اسلامی کے آغاز سے اسلام اور پیغمبر اسلام سے روشناس ہو چکے تھے۔ ابن اسحاق کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ذر غفاری نے اپنے قبیلہ کے ساتھ ساتھ بنو اسلم کو بھی مشرف بہ اسلام کیا تھا۔ بنو غفار کی طرح بنو اسلم بھی جو اول الذکر کے پڑوسی تھے آدھے مکی عہد میں اور آدھے مدنی عہد میں مسلمان ہوئے تھے۔ اس کی تصدیق مزید ابن سعد کی ایک روایت سے ہوتی ہے جو بصراحت کہتی ہے کہ ان دونوں قبیلوں نے ہجرت نبوی کے فوراً بعد مدینہ حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے کا اقرار و اعلان کیا تھا۔[۹۲] مورخ موصوف نے اپنی کتاب کے حصہ چہارم میں تقریباً چھتیس [۳۶] اسلمی صحابہ کرام کی سوانح دی ہے جو ابتدائی مکی عہد میں اسلام لائے تھے۔[۹۳] اس کے علاوہ طبری، اسد الغابہ اور متعدد دوسرے مآخذ میں اس مغربی قبیلہ کے متعدد افراد و طبقات کا ذکر ملتا ہے۔[۹۴] ان کی تعداد ابن اسحاق اور واقدی وغیرہ کے مطابق غزوۂ فتح مکہ میں شریک ان کے فوجی دستہ کی عددی طاقت کی بنا پر متعین کی جا سکتی ہے۔ بنو غفار کی طرح ان کے بھی چار سو مجاہدین غزوہ میں شامل تھے۔[۹۵] اس طرح مکی عہد کے اسلمی مسلمانوں کی تعداد تین ہزار کے لگ بھگ متعین کی جا سکتی ہے۔

بنو خزاعہ

ذکر آ چکا ہے کہ قبیلۂ خزاعہ ابتدا ہی سے اسلام سے روشناس ہو چکا تھا۔ اس کے کچھ افراد مکہ میں مختلف قریشی قبیلوں کے حلیف بن کر سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ ان میں سے حضرات ایہمہ، ذوالشمالین، نافع بن بدیل بن ورقا خزاعی، معتب بن عوف خزاعی اور حضرت

خالد بن سعید اموی کی خزاعی زوجہ حمینہ بنت خلف کا ذکر ابتدائی مکی مسلمانوں اور حبشہ کے مہاجروں میں ملتا ہے اور ان کو ہم نے مکی مسلمانوں میں شمار کیا ہے۔[۹۶]

اصل قبیلہ جو قرب مکہ میں آباد تھا کے بارے میں ہماری معلومات کافی ناقص ہیں۔ صحیح بخاری کی مذکورہ بالا کے علاوہ ان کے مکی عہد میں قبول اسلام کے بارے میں پکی شہادتیں نہیں ملتی ہیں اور نہ ان کی عددی طاقت کا حوالہ ملتا ہے۔ البتہ فتح مکہ کے اسلامی لشکر میں ان کے پانچ سو مجاہدین کی شمولیت کا ذکر ابن اسحاق اور واقدی وغیرہ نے کیا ہے۔[۹۵] اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ بنو غفار اور بنو اسلم کی مانند یہ قبیلہ بھی مکی عہد میں اسلام قبول کر چکا تھا اور ان کی مسلم آبادی کا بھی وہی تخمینہ ہو سکتا ہے جو ان کے پڑوسیوں کا تھا۔ لیکن پکی تاریخی شہادت کی عدم موجودگی کی بنا پر حتمی طور سے کچھ کہنا مشکل ہے۔

ازدشنوءہ

مکی عہد میں جن بدوی قبائل میں اسلام پھیلنے کا تاریخی ثبوت ملتا ہے ان میں سے ایک ازدشنوءہ بھی تھا۔ اسلامی تحریک کی ابتدائی مدت میں اس قبیلہ کے ایک رکن اور اپنے بطن بنو سعد بن بکر کے سردار حضرت ضماد بن ثعلبہ نے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی کے دوست اور شریک تجارت رہے تھے عمرہ کے لیے مکہ پہونچے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی اور آپ کا پیغام سنتے ہی اسلام لے آئے۔ ارشاد نبوی کے مطابق وہ اپنے قبیلہ میں واپس گئے اور اس میں اشاعت و ترویج اسلام شروع کردی۔[۹۸] صحیح مسلم کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بڑی لگن اور جرأت سے تبلیغ و اشاعت کا فریضہ انجام دیا اور غالبًا خاصے کامیاب بھی ہوئے۔[۹۹] لیکن ان کی کامیابی کی حد مقرر کرنا مشکل ہے کہ اس کے لیے تاریخی شواہد نہیں ملتے۔ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ان کے قبیلہ میں معتدبہ مسلم آبادی ہجرت مدینہ تک ہو چکی تھی۔ اس کا کچھ ثبوت ابن سعد کی روایات سے ملتا ہے جن کے مطابق حضرات عبداللہ بن بُحینہ ان کے بھائی جُبیر بن مالک اور حارث بن عمیر ازدی جو بعد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر گرامی بن کر شاہ بُصریٰ کے دربار میں پیغام اسلام لے گئے تھے ابتدائی عہدِ مکہ کے قدیم مسلم تھے۔[۱۰۰] ان کے علاوہ حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی کے بارے میں یہ روایات بھی آتی ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کر کے اپنے قبیلہ میں واپس چلے گئے تھے اور وہاں تبلیغ و اشاعت دین کا کام کرتے رہے تھے۔[۱۰۱]

اگر حضرت معیقیب دوسی کی روایت کو مختلف فیہ سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے اور ان کو مکی مسلم آبادی میں شامل کر لیا جائے تو بھی قبیلہ دوس میں اسلام پھیلنے کی ایک اور روایت ملتی ہے جو کافی پکی ہے۔ مختلف روایات کے مطابق حضرت طفیل بن عمرو دوسی اپنے قبیلہ کے شاعر اور شیخ تھے۔ انھوں نے مکہ میں اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے قبیلہ میں واپس ہو کر تبلیغ و ترویج اسلام کا کام سنبھال لیا تھا اور تقریباً وسط مدنی عہد تک ان کا پورا قبیلہ اسلام لا چکا تھا۔ اسی خاندانوں (۸۰) پر مشتمل دوسی مسلمانوں کے وفد نے غزوہ خیبر سے پہلے ہجرت کی اور غزوہ میں شرکت کی سعادت بھی حاصل کی تھی۔ حضرت طفیل بن عمرو کا پورا خاندان ابتدا ہی میں مسلمان ہو گیا تھا کیونکہ ان کے ایک قدیم مسلم فرزند عمرو بن طفیل کا ذکر بھی ماخذ میں ملتا ہے[۱۲۰]۔ اس ضمن میں دو حقائق کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ اول یہ کہ عرب سماج میں شاعروں کو خاصا اثر و رسوخ حاصل ہوتا تھا خاص کر کہ جب وہ قومی شاعر ہو۔ دوسرے یہ کہ شیخ قبیلہ کا قبول اسلام عموماً پورے قبیلہ کے اسلام لانے کا سبب بن جاتا تھا[۱۲۱]۔ قبیلۂ دوس کے قبولِ اسلام میں حضرت طفیل بن عمرو کی ان دونوں خصوصیات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

بنو سُلیم

اس بڑے مشرقی قبیلے کے غالباً سب سے پہلے مسلمان حضرت عمرو بن عبسہ تھے جو ابن سعد کے مطابق حضرات ابوبکر و بلال حبشی کے بعد تیسرے، چوتھے یا پانچویں مسلمان تھے۔ قبول اسلام کے بعد وہ حکم نبوی پر اپنے علاقے میں واپس چلے گئے تھے اور باری باری سے صفّہ اور رہزہ کے مقامات پر متبادل طریقے سے قیام پذیر رہے تھے۔ یہ بنو سلیم کا قدیم علاقہ تھا۔ بالآخر انھوں نے ہجرت مدینہ کے بعد مدینہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ابن حزم کے مطابق وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدیم دوست تھے[۱۲۲] لیکن ان کے بارے میں اس سے زیادہ اور کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ حضرات ابوذر غفاری اور طفیل بن عمرو دوسی کی مثالوں سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے بھی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ انجام دیا ہوگا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو زیادہ کامیابی نہیں ملی کیونکہ ان کے کام کے بارے میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔

بنو اشجع

غطفان کے تین اہم بطون میں سے یہ ایک اہم خاندان تھا۔ یہ قبیلہ تو فتح مکہ کے قریب مسلمان ہوا تھا مگر ابن سعد اور ابن حزم کے مطابق ان کے ایک فرد حضرت جاریہ بن حمیل نے مکی عہد میں اسلام قبول کیا تھا اور وہ مہاجر مدینہ اور بدری صحابی بھی تھے۔[۱۰۵] باقی افراد کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں سے کسی نے مکی عہد میں اسلام قبول کیا تھا یا نہیں۔

بنو ہذیل

اس قبیلہ کے تقریباً مسلم افراد مکی عہد میں قریش کے کسی نہ کسی خاندان کے حلیف تھے۔ ذکر آچکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلی اس قبیلہ کے قدیم ترین مکی مسلم تھے۔ ان کا پورا گھرانہ بھی ابتداہی میں اسلام لا چکا تھا چنانچہ ان کے دو بھائیوں حضرات عتبہ و عمیس، والدہ ماجدہ ام معبد اور ایک برادر زادہ عمرو بن عمیس کو ابن حزم نے مکی مسلمانوں میں شمار کیا ہے۔ غالباً ان کے دو اور بھتیجے حضرات عبداللہ اور عون فرزندان عتبہ بھی ابتدائی مکی عہد کے مسلمان تھے۔[۱۰۶] اصل قبیلہ کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے کہ ان میں سے کسی شخص نے اسلام مکی عہد میں قبول کیا تھا یا نہیں۔

بنو کلب

ابن سعد کے ایک فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی اس قبیلہ کے ابتدائی مسلم تھے۔ مورخ کا بیان ہے کہ وہ اسلام تو قدیم زمانے میں لا چکے تھے مگر کسی وجہ سے غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے۔ واقدی کے بیان سے بھی اس کی مزید تصدیق ہوتی ہے۔[۱۰۷] باقی کسی شخص یا طبقہ کے اسلام لانے کا ذکر نہیں ملتا۔

انصار مدینہ

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ یثرب میں اسلام کی اشاعت کا آغاز مکی عہد نبوی کے آخری تین برسوں میں ہوا اور غالب اکثریت ہجرت سے قبل حلقہ بگوش بن چکی تھی۔ یثرب میں

دو عرب قبیلے اوس وخزرج اوران کے بطون اور ذیلی خاندانوں کے علاوہ متعدد یہودی قبیلے آباد تھے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ ان دونوں عرب قبیلوں میں مسلسل آویزش رہتی تھی اور یہودی ان کو اپنے مفاد کی خاطر لڑاتے رہتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں اسلام کی دعوت جب آشکار ہوئی تو یثرب والے بھی اس سے روشناس ہوئے۔ مآخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ یثرب کے ایک سربرآوردہ شیخ سوید بن صامت کی تحریک اسلامی کے آغاز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تھی اور وہ اسلام کا معتقد بھی ہوگیا تھا لیکن وہ جنگ بعاث میں مارا گیا اور اسلام کی نشر واشاعت کے لیے کچھ نہ کرسکا[۱۰۸] بعاث سے قبل یثرب کے ایک اور شخص ایاس بن معاذ کے اسلام سے متاثر ہونے اور اپنے وفد کے ارکان کو اس کی ترغیب دینے کا حوالہ بعض کتابوں میں ملتا ہے اور ہمارے بعض علما ان کے اسلام کے بھی قائل ہیں[۱۰۹] لیکن یہ انفرادی تاثر پذیری کی مثالیں ہیں اور ان سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ان کے سبب مدینہ میں اسلام کی اشاعت کا آغاز ہوا۔

کاتب تقدیر نے یہ سعادت رجب ۱۰ نبوی/ ۶۲۰ء میں آنے والے قافلۂ حجاج کے چند نفوس صالحہ کے لیے لکھ دی تھی۔ روایت ہے کہ عقبہ کے پاس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خزرج کے چھ صالح نوجوانوں سے ملاقات کی اور ان کو اسلام کی دعوت دی، انھوں نے پیغام حق سنتے ہی اسلام قبول کرلیا۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) ابوامامہ اسعد بن زرارہ (۲) عوف بن حارث (۳) رافع بن مالک بن عجلان (۴) قطبہ بن عامر (۵) ابوالہیثم بن التیہان (عقبہ بن عامر) (۶) جابر بن عبداللہ (عبادہ بن صامت)[۱۱۰]

بعض روایات میں پہلے چھ خزرجی مسلمانوں کے ناموں میں اختلاف ملتا ہے اور چھ کے بجائے آٹھ کی تعداد بھی مذکور ہوئی ہے۔ ان کے بموجب حضرت اسعد بن زرارہ اور ابوالہیثم پہلے سے موجود تھے اور مسلمان ہو چکے تھے جبکہ باقی مذکورہ بالا حضرات نے اس موقعہ پر اجتماعی طور سے اسلام قبول کیا[۱۱۱] بہرحال جو بھی صورت رہی ہو اس قبول اسلام کی اصل اہمیت یہ ہے کہ یہ اجتماعی تھا اور اس نے اسلامی تحریک کی یثرب میں داغ بیل ڈالی۔

ان اولین خزرجی مسلمانوں نے یثرب واپس پہونچ کر نومسلموں کے ضرب المثل جوش وخروش کے ساتھ اسلام کی تبلیغ شروع کی اور خاصی کامیابی حاصل کی۔ یثرب میں تیزی سے اسلام پھیلنا شروع ہوا[۱۱۲] دوسرے سال ۱۲ھ/ ۶۲۱ء میں یثربی مسلمانوں کے بارہ نمائندے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے اور پہلی بیعت عقبہ منعقد ہوئی

اسلام کا یہ معجزہ ہے کہ تاریخی عوامل کی کارفرمائی کہ مدت مدید سے باہم دست و گریباں اوس و خزرج دین و مذہب کے معاملہ پر متحد ہو گئے تھے اور اوس نے قبائلی عداوت اور دیرینہ مخاصمت کی بنا پر خزرجی مبلغین کی دعوت دین مسترد نہیں کی تھی۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ بارہ یثربی نمائندوں میں نو خزرج کے تھے اور تین اوس کے۔ ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں :

(۱) اسعد بن زرارہ (۲) عوف بن حارث (۳) معاذ بن حارث (۴) رافع بن مالک (۵) ذکوان بن عبد قیس (۶) عبادہ بن صامت (۷) یزید بن ثعلبہ (۸) عباس بن عبادہ (۹) عقبہ بن عامر (۱۰) قطبہ بن عامر (۱۱) ابو الہیثم بن التیہان (۱۲) عویم بن ساعدہ[۱۱]

ابن اسحاق اور طبری کا بیان ہے کہ پہلے چھ خزرجی مبلغوں نے اس تندہی سے کام کیا تھا کہ یثرب کے ہر گھر میں اللہ اور اس کے رسول کا نام پہونچ گیا تھا۔ ان کے مساعی کے نتیجہ میں یہ بارہ نمائندے دوسرے برس مدینہ پہونچے تھے اور انھوں نے اپنے پیشروؤں کے کام کو مزید آگے بڑھایا۔

بیعت عقبہ اولی میں شریک بارہ یثربی مسلمانوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اسلام و قرآن کی تعلیم اور مذہب و دین کی تبلیغ کے لیے ان کے ساتھ اگر کوئی فرستادۂ رسول کر دیا جائے تو اسلامی تحریک کو اس سے بہت مدد ملے گی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کار عظیم کے لیے حضرت مصعب بن عمیر عبدری کو منتخب فرمایا۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ صحابی موصوف ہجرت کر کے حضرت اسعد بن زرارہ کے مہمان ہوئے جو پہلے سے اسلام کے پرجوش مبلغ تھے۔ حضرت مصعب انصار کے گھروں اور قبیلوں کا دورہ کرتے، ان کو قرآن سناتے اور اسلام کی دعوت دیتے اور ایک یا دو آدمی اسلام قبول کر لیتے حتی کہ اسلام انصار کے گھروں میں پھیل گیا اور عوالی مدینہ میں بھی اس نے سکہ جما لیا۔ صرف اوس مناۃ کے خاندانوں بنو خطمہ، بنو وائل اور بنو واقف اس نعمت سے محروم رہے۔ حضرت مصعب یثربی مسلمانوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے اور دوسرے احکام دین سکھاتے تھے۔[۱۲]

ابن سعد کا مزید بیان ہے کہ حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر نے حضرت مصعب بن عمیر عبدری کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا تھا۔ یہ دونوں قبیلہ اوس کے سب سے بڑے اور بارسوخ سردار تھے۔ ابن سعد کا مزید بیان ہے کہ جس دن حضرت سعد بن معاذ اسلام لائے بنو عبد الاشہل کے تمام خانوادے اپنی عورتوں اور مردوں سمیت مشرف بہ اسلام

ہو گئے[۱۱۵]۔ بقول علامہ شبلی نعمانی ان کا اسلام لانا تمام قبیلۂ اوس کا اسلام قبول کرلینا تھا۔[۱۱۶]

۶۲۲ء میں یثربی مسلمانوں کے تقریباً بہتر نمائندے حج اور ملاقات رسول کی سعادت حاصل کرنے کے لیے مکہ پہونچے اور دوسری بیعت عقبہ کی۔ معاہدہ کی شرائط طے کرنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامتِ دین کی خاطر انصاری مسلمانوں میں سے بارہ اشخاص کو اپنا نقیب مقرر کیا اور حضرت اسعد بن زرارہ کو ان کا سردار یعنی نقیب النقباء بنایا۔ یہ بارہ نقیب تھے[۱۱۷]:

(۱) اسید بن حضیر (۲) ابوالہیثم بن التیہان (۳) سعد بن خیثمہ (۴) اسعد بن زرارہ (۵) سعد بن ربیع (۶) عبداللہ بن رواحہ (۷) سعد بن عبادہ (۸) منذر بن عمرو (۹) براء بن معرور (۱۰) عبداللہ بن عمرو (۱۱) عبادہ بن صامت (۱۲) رافع بن مالک۔

ان میں سے نو خزرج کے افراد تھے اور تین اوس کے۔ ان کے نام خود ان کے قبیلہ والوں نے پیش کیے تھے اور ان کا فریضہ یہ تھا کہ مدینہ منورہ میں اسلام کو مستحکم کریں[۱۱۸] گویا کہ یہ امت اسلامی کے قیام کا دیباچہ تھا۔ بلا شبہہ مدینہ کی غالب اکثریت ہجرت نبوی سے قبل اسلام لاچکی تھی یہی وجہ ہے کہ مدینہ منورہ میں اپنی آمد کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ و ترغیب دین سے زیادہ تعمیر و تشکیل امت پر زور دیتے ہیں۔

ہجرت نبوی کے وقت یثرب کی پچانوے فیصدی عرب آبادی مسلمان ہو چکی تھی۔ بقیہ پانچ فیصد نے اسلام قبول کرنے میں لگ بھگ پانچ برس لگا دئے جب وہ غزوۂ خندق کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ ان کے قبول اسلام میں تاخیر کا سبب یہ تھا کہ اوس مناۃ کے سردار حضرت ابو قیس صیفی بن الاسلت نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اور ان کی پیروی میں ان کے قبیلہ والے بھی رکے رہے[۱۱۸] جبکہ اوس وخزرج کے بقیہ تمام لوگوں نے اپنے اپنے سرداروں کی متابعت میں اسلام قبول کرلیا تھا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلم یثربی آبادی کی عددی قوت کیا تھی۔ مآخذ کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے اسلامی لشکر جرار میں جو دس ہزار سپاہ پر مشتمل تھا اوسی اور خزرجی (انصاری) سپاہیوں کی تعداد چار پانچ ہزار کے درمیان تھی[۱۱۹]۔ اس پر قیاس کرکے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہجرت نبوی کے وقت مسلم مدنی آبادی لگ بھگ بیس پچیس ہزار تھی جس میں دس سال میں مزید اضافہ ہوا تھا۔

خلاصۂ بحث

مآخذ سے دستیاب مواد کی بنیاد پر جو اعداد و شمار ملتے ہیں ان کی اساس پر مکی عہد نبوی کے مسلمانوں کی تعداد کا ایک تحلیلی مطالعہ اوپر کے صفحات میں پیش کیا گیا۔ یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ صحابہ کرام کی سوانح پر مبنی کتابوں جیسے اسد الغابہ، اصابہ اور استیعاب وغیرہ کا بالاستیعاب مطالعہ نہیں کیا گیا جو کافی وقت و دقت طلب تھا۔ یہ تقریباً یقینی ہے کہ ان کے مطالعہ اور تجزیہ سے مزید معلومات ملیں گی اور مکی عہد کے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا۔

شہرِ خدا کے قریشی خانوادوں کے تجزیاتی مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ کم از کم دو سو تیس[۲۳۰] مردانِ قبیلہ نے مکی عہد میں اسلام قبول کیا تھا۔ ان کے متعلقین اور عورتوں بچوں کی جو تعداد معلوم ہوئی ہے وہ دو سو چھیاسٹھ[۲۶۶] نفوس کے لگ بھگ تھی۔ ایک حقیقت جو بہت اہم ابھر کر سامنے آئی ہے یہ ہے کہ بیشتر مسلم رجال کے متعلقین کا ذکر نہیں ملتا۔ ظاہر ہے کہ نہ تو مکی مردانِ اسلام کی تعداد مکمل ہے اور نہ ان کے متعلقین اور اہل خاندان کی۔ آبادی کے تخمینہ کے جدید اصول کے مطابق جس کا ہم نے ذکر پہلے کیا ہے اس معلوم تعداد پر بھی ایک ہزار تین سو اسی اور ایک ہزار پانچ سو دس نفوس تک پہونچتی ہے۔ ایک موٹے سے تخمینہ کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ صرف قریشی خانوادوں میں مسلم افراد کی تعداد ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ ان میں سے بالغ مردوں کی تعداد سوا دو سو سے کچھ اوپر تھی۔ باقی عورتوں اور بچوں پر مشتمل تھی۔ بلا شبہ مزید تفحص سے ان کی تعداد میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

جہاں تک مکہ مکرمہ کے باہر آباد قبائل عرب میں مسلمانوں کی تعداد کا مسئلہ ہے تو وہ اصولِ استخراج پر کلی طور سے مبنی ہے ان کے مکی عہد کے مسلمانوں کے نام اور تعداد کا ذکر وضاحت سے نہیں ملتا۔ بعض شواہد اور قرائن سے ان کی تعداد متعین کی جا سکتی ہے۔ اوپر یہ واضح بیان آچکا ہے کہ بنو غفار اور بنو اسلم کے پورے قبیلے ہجرت سے قبل اور معاً بعد اسلام قبول کر چکے تھے۔ ان دونوں کی تعداد کا قرینہ ہم کو فتح مکہ کے عظیم تر اسلامی لشکر میں شامل ان کے فوجی دستے کی عددی طاقت سے ملتا ہے۔ اس کے مطابق ان کی تعداد ڈھائی تین ہزار افراد کے درمیان معلوم ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کے تمام مردانِ کار غزوۂ فتح میں شریک نہ تھے اس لیے پورے قبیلہ کی اصل تعداد اس سے کہیں زیادہ رہی ہوگی۔ ایک دوسری چیز یہ بھی مطالعہ میں زیرِ غور ضروری ہے یہ ہے کہ آٹھ برسوں میں ان کی تعداد میں اضافہ بھی ہوا ہوگا جو قدرتی

اصول ہے۔ مگر یہ اضافہ دس فیصد سے کسی بھی طرح زیادہ نہیں ہو سکتا۔ ان تمام صورتوں اور وجہوں کی رعایت کرنے کے بعد ان کی کل آبادی تین ہزار نفوس پر متعین کی جاسکتی ہے۔ مزید احتیاط کی صورت میں ان کی تعداد ڈھائی ہزار ضرور مقرر کی جاسکتی ہے۔ بعینہ یہی صورت ان کے پڑوسی بنو اسلم کے لیے تھی۔ اس طرح ان دونوں قبیلوں کی تعدادِ مسلمانان پانچ ہزار آتی ہے۔ خزاعہ کی تعداد بھی ہم نے ان دونوں مذکورہ بالا قبیلوں کی تعداد کے مطابق فرض کی ہے اور اس کی بنیاد بھی وہی ہے مگر ان کے قبولِ اسلام کی روایت اتنی قطعی نہیں۔ لہٰذا وہ تعداد کم و بیش ہو سکتی ہے۔

دوسرے قبائل عرب میں سلیم، اشجع، کلب، ہذیل وغیرہ کی تعداد بظاہر قابلِ اعتنا نہ تھی۔ ان کے مسلمانوں کی تعداد ایک ہاتھ کی انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے۔ البتہ عبدالقیس اور ازدشنوءہ کی تعدادِ مسلمانان قدیم کافی معتدبہ تھی۔ اول الذکر نے ہجرت سے قبل نماز جمعہ قائم کرلی تھی۔ یہ واقعہ ان کی تعداد کا اندازہ تو دیتا ہے مگر ان کی حتمی تعداد کو بتانا مشکل ہے۔ اسی طرح ازدشنوءہ کے مسلمانوں کی تعداد اسّی گھرانوں پر مشتمل تھی۔ اگرچہ یہ لوگ سنہ ۷ھ کے آغاز میں ہجرت کرکے مدینہ پہونچے تھے تاہم وہ قدیم مسلمان تھے۔ ہمارے اصول کے مطابق ان کی تعداد ڈھائی سو کے قریب متعین کی جاسکتی ہے۔ اگر ان دونوں قبیلوں میں مسلمانوں کی تعداد تین سو کے قریب فرض کرلی جائے تو ہمارے خیال میں وہ حقیقت سے زیادہ دور بات نہ ہوگی۔

اب رہے انصار مدینہ جن کی بیشتر آبادی ہجرت سے قبل اسلام لاچکی تھی، تو ان کی تعداد کا تاریخی قرینہ وہی فتح مکہ کے اسلامی لشکر میں ان کے دستہ کی شمولیت و تعداد پر مبنی ہے۔ اصول تخمینہ کے مطابق ان کی تعداد بیس پچیس ہزار سے کسی طرح کم نہیں معلوم ہوتی۔ یہودی مصنفین نے یہودی قبائل مدینہ کی تعداد آٹھ دس ہزار نفوس پر متعین کی ہے جبکہ برکات احمد نے اس سے تین چار گنا تخمینہ پیش کیا ہے۔ ایک قنوطی اندازہ بھی مدینہ کی انصاری آبادی کو دس پندرہ ہزار نفوس سے کم پر متعین نہ کرے گا۔

اوپر کی بحث اور تجزیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مکی عہد نبوی میں مسلم آبادی جزیرہ نمائے عرب کے مختلف مراکز پر بکھری ہوئی تھی۔ ان میں سب سے زیادہ آبادی مدینہ منورہ، بنو غفار بنو اسلم، بنو خزاعہ اور مکہ مکرمہ میں تھی۔ موخرالذکر کی بیشتر آبادی بعد میں مدینہ ہجرت کرگئی تھی اور کافی معتدبہ تعداد مکہ میں ہجرت کے بعد بھی مقیم رہی تھی۔ مذکورہ بالا علاقوں کے علاوہ قبیلہ عبدالقیس ازدشنوءہ اور اشعر وغیرہ میں بھی مسلمانوں کی خاصی تعداد تھی۔ ہمارے تخمینہ کے مطابق مکی عہد نبوی

کی مسلم آبادی کی کل تعداد کم سے کم بیس پچیس ہزار متعین کی جاسکتی ہے۔ جن میں سے مردوں کی تعداد تین ساڑھے تین ہزار تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ تعداد ریاضی کے اصولوں اور قاعدوں کے مطابق حتمی نہیں ہے۔ اس میں کمی بیشی ممکن ہے۔ مگر اس سے تیرہ سالہ مکی عہد کی اسلامی تحریک کی رفتارِ ترقی کا ایک حقیقت پسندانہ اندازہ ضرور ہوتا ہے۔

تعلیقات وحواشی

۱؎ ابن اسحاق، ص۱۱۶، ص۱۴۶-۴۷ وغیرہ؛ ابن سعد، چہارم ص۱۸۹-۹۱؛ زبیری، ص۴۰۲؛ اصابہ غ۲۲۹، ع۴۶۱۳

۲؎ ابن اسحاق ص۱۴۷؛ ابن سعد، چہارم ص۱۹۱؛ زبیری ص۴۰۹؛ اصابہ ع۸۹۶۶

۳؎ زبیری، ص۴۰۹-۱۰۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، نقوش، رسول نمبر لاہور ۱۹۸۳ء، جلد دوازدہم ص۱۷۵

۴؎ ابن سعد، چہارم ص۱۸۹

۵؎ ابن سعد، چہارم ص۱۹۴-۹۷؛ ابن اسحاق، ص۱۴۶-۴۷؛ زبیری، ص۴۰۱-۰۲؛ اصابہ ک۹۳۱ (کنیت) ع۳۲۲۴، ع۸۳۶، ع۴۵۹۶

۶؎ مونٹگمری واٹ، محمد ایٹ مکہ ص۱۷۷

۷؎ ابن اسحاق ص۱۴۶-۴۷؛ ابن سعد، چہارم ص۱۹۸

۸؎ زبیری، نسب قریش، ص۲۶۶، ۲۶۵، بحث کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کا مضمون "کیا مہاجرین مکہ خالی ہاتھ مدینہ آئے تھے؟" تحقیقات اسلامی، علی گڑھ اپریل ۱۹۸۶ء

۹؎ ابن سعد، سوم ص۱۲۷

۱۰؎ ابن سعد، سوم ص۱۲۷-۲۸

۱۱؎ ابن سعد، سوم ص۱۳۵ کے مطابق ان کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی جبکہ ان کی عمر پچھتر سال تھی۔ اس حساب سے ہجرت کے وقت وہ تینتالیس برس کے تھے۔

۱۲؎ زبیری ص۲۶۲-۶۶؛ ابن سعد، ہشتم ص۲۴۷-۴۸۔ حضرت عاتکہ کی والدہ شفا بنت عوف نے بھی اسلام قبول کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

۱۳؎ ابن حجر، اصابہ، ع۷۹۹۳؛ استیعاب، سوم ص۴۱۶-۱۸

۱۴؎ زبیری، ص۲۶۵-۶۶؛ ابن سعد، ہشتم، ص۲۴۷-۴۸

۱۵؎ ابن اسحاق انگریزی ص۱۱۵-۱۶، ص۱۴۷ وغیرہ؛ ابن سعد، سوم ص۱۲۷-۴۰؛ چہارم ص۱۲۳-۲۴؛ ہشتم ص ؛ زبیری، ص۲۶۳-۶۴۔ اصابہ ع۳۱۹۴؛ استیعاب دوم ص۱۸-۲۳۔ نیز اصابہ ع۶۰۵۷، ع۵۰۷۸، ع۴۲۸۵

۱۶؎ ابن اسحاق انگریزی ص۱۴۷

۱۸؎ ابن سعد، چہارم ص۱۲۵-۲۶؛ زبیری ص۲۷۴

۱۹؎ ابن سعد، سوم ص۱۵۰-۵۱، چہارم ص۱۲۶-۲۸

۲۰؎ ابن، چہارم ص۱۲۷-۲۸

۲۱ھ ابن اسحاق ص۱۴۷؛ ابن سعد، سوم ص۱۶۱ ۲۲ھ ابن سعد، سوم ص۱۶۷
۲۳ھ ابن اسحاق، ص۱۱۶ ۲۴ھ ابن سعد، سوم ص۶۷-۱۶۴
۲۵ھ ابن اسحاق ص۱۱۵؛ ابن سعد، سوم ص۲-۱۰۰؛ زبیری، ص۲۳۵؛ اصابہ ۳۷۸۹
۲۶ھ ابن سعد، ہشتم ص۱۴ ۲۷ھ ابن سعد، چہارم ص۱۱۹؛ زبیری ص۶-۲۳۵
۲۸ھ ابن سعد، سوم ص۱۰۱-۱۰۰ ۲۹ھ ایضاً

۳۰ھ ابن سعد، سوم ص۱۰۲ کے مطابق انھوں نے بالکل شروع میں اسلام قبول کیا تھا جب ان کی عمر سولہ سال تھی۔ ابن سعد، سوم ص۱۱۳ کے مطابق غزوہ بدر میں وہ انتس سال کے تھے اور جنگ جمل میں اپنی شہادت کے وقت ۶۴ سال کے تھے۔

۳۱ھ زبیری، ص۲۳۰؛ اصابہ نساء ۱۰۷۵؛ اسد الغابہ، پنجم ص۵۵۷

۳۲ھ زبیری ص۲۳۴؛ ابن سعد چہارم ص۱۱۹۔ حضرت خالد بن حزام نے مکہ میں اسلام قبول کیا اور دوسری ہجرت حبشہ میں شرکت کی سعادت پائی لیکن حبشہ پہونچنے سے قبل مالک حقیقی سے جاملے۔ ابن سعد کے مطابق قرآن مجید کی سورہ کی آیت کریمہ ومن یخرج من بیتہ مہاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ (النساء: ۱۰۰) اور جو اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کے لیے نکلے پھر راستہ ہی میں اسے موت آجائے اس کا اجر اللہ کے ذمہ واجب ہوگیا) انھیں کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

۳۳ھ ابن سعد، چہارم ص۱۲۰؛ زبیری ص۲۳؛ اصابہ ص۱۶۰۱۔ وہ قدیم مکی مسلم ہونے کے علاوہ مہاجر حبشہ تھے۔ ۳۴ھ ابن سعد ص۲۰-۱۱۹ کے مطابق حضرت خالد بن حزام کے خاندان میں کم از کم دو فرزندان (پوتوں وغیرہ) کا ذکر ملا ہے جبکہ اسود بن نوفل کے ایک فرزند نوفل کا حوالہ ملا ہے۔

۳۵ھ ابن سعد، چہارم ص۱۲۰؛ زبیری، ص۲۱۲؛ اصابہ ۵۷۶۶۔ وہ مہاجر حبشہ تھے اور وہیں فوت ہوئے تھے۔ ۳۶ھ ابن سعد، چہارم ص۱۲۱؛ زبیری، ص۲۲۱۔ وہ مہاجر حبشہ تھے اور غزوہ طائف میں شہید ہوئے۔

۳۷ھ ابن اسحاق، ص۱۱۶ وغیرہ؛ ابن سعد، سوم ص۵-۱۱۴۔ موخر الذکر کے مطابق ان کی سنہ ۳۲ھ میں ۶۵ سال کی عمر میں وفات ہوئی لہٰذا ہجرت کے وقت ان کی عمر ۳۵ سال تھی۔ ابن سعد نے ان کی ازواج و اولاد کا ذکر نہیں کیا ہے۔ وہ اناج کے خوشحال تاجر تھے۔

۳۸ھ ابن سعد، سوم ص۱۱۵۔ حضرت سعد کی شہادت غزوہ احد میں ہوئی تھی۔ قیاس ہے کہ ان کے فرزند مکی دور کے مسلم تھے۔

۳۹ھ بلاذری، انساب الاشراف، اول ص۸-۱۲۷؛ ابن اسحاق ص۱۲۷، ص۱۳۳ وغیرہ؛ زبیری، ص۳۸۷

سنہ ۴۰ ابن اسحاق ص۱۱۷ نیز ملاحظہ ہو ابن سعد، سوم ص۳۹۳ جس کے مطابق دار ارقم میں قیام نبوی سے قبل حضرات عثمان بن مظعون جمحی عبیدہ بن حارث مطلبی، عبدالرحمٰن بن عوف زہری، ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی اور ابوعبیدہ بن جراح فہری ایک ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور ایک ساتھ اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت عثمان نے دونوں حبشی ہجرتوں میں شرکت کی سعادت پائی تھی۔ ہجرت مدینہ کے بعد وہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور ہجرت کے تیس ۳۰ ماہ بعد شعبان ۳ھ میں وفات پائی۔ ابن سعد نے ان کی عمر کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔

سنہ ۴۱ ابن اسحاق ص۱۱۷؛ ابن سعد، سوم ص۴۰۱ - ۳۹۳؛ زبیری، ص۳۹۳-۳۹۴؛ اصابہ ۵۴۴۵؛ استیعاب سوم ص۸۵-۸۹؛ نیز اصابہ ۲۰۹۶، ۶۹۵۵، ۷۰۸۲ سنہ ۴۲ زبیری ص۳۹۴

سنہ ۴۳ ابن سعد، سوم ص۳۹۳۔ غالباً یہ فرزند بھی مکہ میں پیدا ہو چکے تھے اور اسلام لا چکے تھے۔

سنہ ۴۴ ابن سعد، سوم ص۳۹۶ سنہ ۴۵ ابن سعد، سوم ص۴۰۰۔ حضرت عبداللہ بن مظعون مہاجر حبشہ و مدینہ تھے۔ سنہ ۳۰ھ میں ان کی وفات ہوئی جبکہ ان کی عمر ساٹھ سال کی تھی۔ گویا وہ ہجرت کے وقت تیس سال کے تھے۔ سنہ ۴۶ ابن سعد، سوم ص۴۰۱ وہ مہاجر حبشہ اور بدری صحابی تھے سنہ ۶۳ھ میں اڑسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ہجرت کے وقت وہ لگ بھگ تیس ۳۲ سال کے تھے۔

سنہ ۴۷ ابن سعد، سوم ص۴۰۲-۴۰۱ مہاجر حبشہ، بدری صحابی اور شہید جنگ یمامہ (سنہ ۱۲ھ) تھے۔ شہادت کے وقت ۳۵ سال کے تھے۔ سنہ ۴۸ ابن اسحاق ص۲۱۳-۲۱۴۔ نیز ملاحظہ کیجئے مضمون "کیا مہاجرین مکہ خالی ہاتھ مدینہ آئے تھے؟" ص۲۱

سنہ ۴۹ ابن اسحاق، ص۱۱۶؛ ابن سعد، سوم ص۴۰۲ وغیرہ؛ چہارم ص۲۰۱-۲۰۲؛ زبیری، ص۳۹۵؛ اصابہ ۱۷۵۵، ۱۵۳۴، ۸۱۴۵، ۱۳۸۷ اور نساء ۱۱۷۶۔ ابن سعد نے صرف حضرت معمر کا ذکر کیا ہے مگر ان کے تذکرہ میں ان کی ازواج و اولاد یا عمر کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔ حضرت حاطب کی تین اولادوں اور دو بیویوں کے علاوہ یہ ذکر کیا ہے کہ وہ ۷ھ میں ہجرت سے مدینہ واپسی پر کشتی ہی میں ان کی وفات ہو گئی تھی۔ ان کی عمر کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔ خطاب کے ایک فرزند محمد تھے اور خطاب کی وفات حبشہ میں ہو گئی تھی۔ ان کی عمر کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

سنہ ۵۰ ابن اسحاق، ص۱۴۷؛ ابن سعد، چہارم ص۲۰۲؛ زبیری ص۳۹۴-۳۹۵؛ اصابہ ۱۱۹۰؛ استیعاب اول ص۲۳۹؛ اصابہ ۳۲۲۲ وغیرہ۔ ابن سعد نے ان میں سے کسی کی عمر کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔

سنہ ۵۱ ابن اسحاق، ص۱۴۷؛ ابن سعد، چہارم ص۲۰۳؛ زبیری، ص۳۹۶ نے حضرت نُبیہ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ واقدی کی روایت ہے کہ حضرت نبیہ بن عثمان بن ربیعہ نے حبشہ ہجرت کی تھی جبکہ محمد ابن اسحاق کی

روایت کے مطابق ان کے والد نے ہجرت حبشہ کی سعادت پائی تھی۔ اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ باپ بیٹے دونوں ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ ابن سعد نے ان کی عمر کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔

۵۲ مثال کے طور پر حضرت معمر بن حارث کے خاندان کو لے لیجئے ابن سعد نے ان کے خاندان کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ ان ازواج و اولاد تھی۔

۵۳ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کا مضمون "بنو ہاشم اور بنو امیہ کی رقابت کا تاریخی پس منظر" مذکورہ بالا۔ ۵۴ ابن اسحاق ص۱۱۶، ص۱۴۷ وغیرہ؛ ابن سعد، سوم ص۲۲-۱۱۶؛ چہارم ص۱۲۱؛ زبیری ص۲۵۴؛ اصابہ ۸۰۰۳ اور ۸۲۲۳

۵۵ ابن سعد، سوم ص۱۱۶، ص۱۲۲ شہادت کے وقت ان کی عمر چالیس سال یا اس سے کچھ زیادہ تھی۔

۵۶ ابن اسحاق، ص۱۴۷ ۵۷ ابن سعد، چہارم ص۲۳-۱۲۱

۵۸ بحث کے لیے ملاحظہ ہو عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت، نقوش پنجم ص۴۳۷ اور دوازدہم ص۱۸۱ ۵۹ ابن اسحاق ص۱۱۶، ص۱۴۷؛ ابن سعد، چہارم ص۴-۲۰۳؛ ہشتم ص۵۲؛ زبیری ص۲۱-۴۲۰

۶۰ مثلاً ملاحظہ ہو حضرت سلیط اور حضرت سکران کے اہل خاندان۔ ابن سعد، چہارم ص۴-۲۰۳

۶۱ ابن سعد، چہارم ص۴-۲۰۳

۶۲ ابن سعد، چہارم ص۱۲-۲۰۵؛ زبیری ص۴۳۷؛ اصابہ ۵۷۵۹ اور ص۵۹۳۰ بچپن میں وہ نابینا ہو گئے تھے۔ عہد نبوی میں وہ متعدد مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر حاضری میں نائب رسول رہے۔ وہ آپ کے موذن و مکبر بھی تھے۔ جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے اور خلافت فاروقی میں کسی وقت واصل بحق ہوئے۔

۶۳ ابن اسحاق، ص۱۴۷ اور ص۳۲۸؛ نیز ملاحظہ ہو ابن سعد، سوم ص۶-۴۰۳؛ زبیری، ص۴۲۸-۴۱۹ اصابہ ۵۰۰ (کنیت) ۹۹۳۰؛ ۴۷۲۷، ۶۲۸ ۷-نیز ملاحظہ ہو ابن اسحاق ص۳۲۸ اور ابن سعد ہشتم ص۲۷۲۔ ابن سعد نے حضرت ابو سبرہ کے تین فرزندوں محمد، عبداللہ اور سعد کا ذکر کیا ہے جو حضرت ام کلثوم بنت سہل کے بطن سے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مخزمہ کی دو بیویوں اور دو فرزندوں کا ذکر ملا ہے غزوہ بدر میں ان کی عمر تیس سال تھی۔ حضرت حاطب کے ایک فرزند عمرو تھے۔ حضرت عبداللہ بن سہیل بن عمرو کی عمر غزوہ بدر میں ستائیس سال تھی۔ ان کے ایک فرزند سہیل نامی تھے جن پر ان کی کنیت تھی۔ ۶۴ ابن اسحاق ص۳۲۸

۶۵ ابن اسحاق ص۹-۱۶۷؛ زبیری ص۲۰-۴۱۹؛ اصابہ (کنیت) ۲۰۲؛ استیعاب، چہارم ص۵-۳۳

۶۶ء ملاحظہ ہو زبیری ص۲۱۔۴۱۹ جنھوں نے اس خاندان میں حضرات عتبہ بن سہیل بن عمرو، ہند بنت سہیل عمرو بن سہیل، حاطب بن عمرو اور سلیط بن سلیط کو قدیم مسلم بتایا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو اصابہ ع۵۳۹۵ ؛ نساء ع۵۹۲ ع۱۵۳۶، ع۳۴۱۲ ۶۷ء ابن، سوم ص۴۰۳-۴۰۶ ۔ نیز دوسرے حوالے حاشیہ ع۵۶ میں

۶۸ء زبیری، ص۴۳۳ ؛ اصابہ ع۷۰۲ ؛ استیعاب دوم ص۳۷۵-۳۷۷ ۔ زبیری کے مطابق ان کے کم از کم چار بھائی اور تھے۔ ان کے نام تھے اویس اکبر، اویس اصغر، ایاس اور ابو ہند۔ ۶۹ء ابن اسحاق ص۱۱۶

۷۰ء ابن سعد، سوم ص۴۰۹-۴۱۵ ؛ نیز ملاحظہ ہو زبیری، ص۴۴۵ ؛ اصابہ ع۴۳۹۳ ۔ ابن اسحاق ص۱۲۷ انساب الاشراف اول ص۱۲۳ کے مطابق وہ مکی عہد میں پرجوش مبلغ تھے۔ اور انھوں نے بہت سے لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا تھا۔ زبیری کا بیان ہے کہ بعد میں حضرت ابوعبیدہ اور ان کے بھائیوں کی نسل کچھ زیادہ نہیں چلی۔

۷۱ء ابن اسحاق، ص۱۱۶ ؛ ابن سعد، چہارم ص۲۱۳ اور اصابہ ع۳۵۱۳ ۔ ان کا اصل نام سہل بن وہب تھا مگر وہ اپنی ماں کی نسبت سے زیادہ معروف ہیں۔ زبیری ص۴۴۶ کے مطابق وہ بدری صحابی تھے۔

۷۲ء ابن اسحاق، ص۱۴۷ ۔ نیز ملاحظہ ہو ابن سعد، چہارم ص۲۱۳ ؛ زبیری، ص۴۴۶ ؛ اصابہ ع۵۸۳۲ ، ع۵۱۶۲

۷۳ء ابن اسحاق ص۱۳۳ ؛ زبیری ص۴۴۶ ؛ اصابہ ع۳۵۵۲ اور ع۸۵۰۸

۷۴ء زبیری، ص۴۴۶ ماہر نسب نے حضرت عمرو بن ابی سرح بن ربیعہ بن ہلال اور ان کے بھائی وہب کو بھی بدری صحابہ میں شمار کیا ہے نیز ملاحظہ ہو اصابہ ع۵۸۳۳ ؛ ع۹۱۶۲

۷۵ء مثلاً ملاحظہ کیجئے زبیری، ص۴۴۵-۴۴۶ ۔ اصابہ ع۸۶۵۳ وغیرہ۔

۷۶ء مکمل بحث کے لیے ملاحظہ ہو عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، نقوش رسول نمبر پنجم ص۱۰۴-۱۰۴ دوازدہم ص۱۸۳ ۷۷ء واقدی ص۸۵۶-۸۵۹ ؛ طبری، سوم ص۵۹ ؛

۷۸ء زبیری، ص۴۴۷-۴۴۸ ؛ اسد الغابہ جلد چہارم ص۲۳۶-۲۳۷ ؛ اصابہ ع۷۳۸۸ ، ع۴۱۶۴ ، ع۱۵۹۵ ؛ استیعاب اول ص۳۲۸-۳۳۰ وغیرہ۔

۷۹ء یہ تاثر مستشرقین نے اپنے خاص مقاصد کی تکمیل کے لیے پیدا کیا ہے اور مسلم مورخین نے بلا سوچے سمجھے اسے قبول کر لیا ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہو واٹ، محمد ایٹ مکہ ص۱۵۰-۱۳۳ جہاں وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف قریش کا یا زیادہ سے زیادہ عربوں کا رسول ثابت کرنے کی بیکار کوشش کرتے ہیں۔

۸۰ء ابن اسحاق ص۱۸-۱۱۴ ؛ ص۱۹۴-۱۹۸ وغیرہ۔ مختلف قبائل میں اسلام کی اشاعت پر بحث ملاحظہ ہو میری کتاب عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت باب دوم میں۔ مثال کے طور پر انصار مدینہ میں اسلام کی اشاعت اسی طرح ہوئی۔ ۸۱ء ابن اسحاق ص۱۸-۱۱۴ ؛ ص۱۹۴-۱۹۸ وغیرہ

۸۲؎ عرب قبائل پر مکمل بحث کے لیے ملاحظہ ہو عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت، باب دوم، نقوش رسول نمبر پنجم و دوازدہم ۔ ۸۳؎ بخاری، صحیح، غزوہ فتح مکہ؛ ابوداؤد اور نسائی، سنن، کتاب الصلوٰۃ ۔ قافلوں کے ذریعہ اسلام و تعلیم اسلام کی اشاعت کا ایک نمائندہ واقعہ حضرت عمرو بن سلمہ کا واقعہ ہے جنھوں نے قافلوں والوں سے سن سن کر قرآن کریم کا بڑا حصہ یاد کر لیا تھا۔

۸۴؎ ان حضرات کے قبول اسلام کے لیے ان کے قبیلوں پر بحث ملاحظہ کیجیے جو آگے آرہی ہے۔

۸۵؎ ابن ہشام، سوم ص۲۰۳؛ ابن سعد، چہارم ص۲۲۱-۲۱۹؛ بخاری اور مسلم، الجامع الصحیح، اسلام ابی ذر؛ اصابہ ۴؍۳۷، ۲۸۹ جمہرہ انساب العرب، ص۱۷۶-۱۷۵

۸۶؎ ابن سعد، چہارم ص۲۲۱؛ نیز ملاحظہ ہو ابن ہشام، سوم ص۲۱۳؛ اسد الغابہ چہارم ص۲۲۵ اور پنجم ص۱۹۷ وغیرہ ۸۷؎ ابن سعد، چہارم ص۲۴۵-۲۴۴ وغیرہ۔ بعد کے صفحات بھی ملاحظہ ہوں؛ اسد الغابہ پنجم ص۱۴۹-۱۴۸، ص۱۸۲، ص۲۰۸، ص۲۸۸ وغیرہ ۸۸؎ ابن سعد، چہارم ص۲۲۱

۸۹؎ ابن اسحاق ص۵۱۸-۵۱۷ ۹۰؎ ابن اسحاق ص۵۵۷؛ ابن سعد، چہارم ص۲۴۵-۲۴۴

۹۱؎ ابن سعد، چہارم ص۲۴۵-۲۴۴ ۹۲؎ بخاری، الجامع الصحیح، باب اسلم و غفار؛ ابن اسحاق ص۴۹۰ ابن سعد، چہارم ص۲۲۲ ۹۳؎ ابن سعد، چہارم ص۲۴۳-۲۴۱، ص۳۲۵-۲۹۸

۹۴؎ طبری، دوم ص۳۷۰؛ ابن سعد، دوم ص۱۲۱-۱۲۰، ص۱۵۰، ص۱۶۸، ص۱۷۳؛ اسد الغابہ، سوم ص۱۴۲-۱۴۱ چہارم ص۲۷۸ پنجم ص۱۵۰-۱۴۹؛ ص۱۵۰

۹۵؎ ابن اسحاق ص۵۵۷؛ نیز ملاحظہ ہو واقدی، ص۸۰۱-۸۰۰؛ اسد الغابہ اول ص۱۷۶-۱۷۵؛ چہارم ص۲۲۵

۹۶؎ ابن اسحاق ص۳۲۸؛ ص۴۳۴؛ ابن سعد، چہارم ص۲۹۴ نیز سوم ص۲۶۵؛ انساب الاشراف، اول ص۱۹۹، ص۲۱۱ وغیرہ ۔ بخاری باب اسلم و غفار۔

۹۷؎ ابن اسحاق ص۵۵۷؛ واقدی، ص۸۰۱-۸۰۰؛ اسد الغابہ اول ص۱۷۶-۱۷۵ وغیرہ

۹۸؎ ابن اسعد، چہارم ص۲۴۲ ۔ نیز ملاحظہ ہو ابن سعد اول ص۲۲۹

۹۹؎ مسلم، الجامع الصحیح، باب الاوقات التی نہی عن الصلاۃ فیھا؛ باب تخفیف الصلاۃ والخطبات ۔ نیز ابن سعد، چہارم ص۲۴۱ ۱۰۰؎ ابن سعد، چہارم ص۳۴۳-۳۴۲

۱۰۱؎ ملاحظہ ہو حوالہ سابق ۔ ۱۰۲؎ ابن اسحاق، ص۱۱۶-۱۱۱؛ واقدی ص۸۷ اور ص۹۲۳؛ ابن سعد، دوم ص۱۵۸-۱۵۷؛ انساب الاشراف، اول ص۱۲۳-۱۱۹ ۔ بخاری، صحیح، قصہ دوس؛ طبری، دوم ص۳۲۹-۳۲۲؛ اسد، سوم ص۵۵-۵۴ اور چہارم ص۱۱۵ ۔ نیز ملاحظہ فرمایئے صحیح مسلم، کتاب الایمان

ابن سعد اول ص۳۵۳ ۱۰۳؎ اس بحث کے لیے ملاحظہ کیجیے عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت مذکورہ بالا کے ابواب دوم اور ششم ۱۰۴؎ ابن سعد، چہارم ص۱۹-۲۱۴ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایمان لانے کی دعوت عکاظ کے میلے میں دی تھی۔ نیز ملاحظہ ہو ابن اسحاق، ص۱۱۶ اور جمہرہ، ص۲۵۲ ۱۰۵؎ ابن سعد، چہارم ص۲۸۱؛ جمہرہ ص۲۳۸۔ ان کے نام میں اختلاف ہے بعض حارث بن جمیل بتاتے ہیں بعض جاریہ بن حُمیل۔ ۱۰۶؎ ابن سعد، سوم ص۵۱-۱۵۰؛ جمہرہ ص۱۸۶؛ ابن اسحاق ص۴۲-۱۴۱۔ نیز جمہرہ ص۱۸۵-۶؛ اصابہ ۹۲ ۱۰۷؎ ابن سعد، چہارم ص۵۰-۲۴۹؛ واقدی، ص۸۷؛ جمہرہ ص۲۸۴؛ اصابہ ۲۳۹۰ ۱۰۸؎ ابن اسحاق ص۷-۱۹۶ ۱۰۹؎ ابن اسحاق ص۱۹۷ ۱۱۰؎ ابن اسحاق، ص۸-۱۹۷؛ ابن سعد، اول ص۲۱۹؛ سوم ص۷۴؛ ص۵۶۶، ص۵۶۸، ص۵۷۴، ص۵۷۸ اور ص۶۲۱ وغیرہ طبری، دوم ص۵-۳۵۳؛ انساب الاشراف، اول ص۲۳۹

۱۱۱؎ اس بحث کے لیے ملاحظہ ہو شبلی نعمانی، سیرت النبی، اول ص۳-۲۶۲ پر سید سلیمان ندوی کا حاشیہ ۱-۲

۱۱۲؎ ابن اسحاق، سیرہ ص۱۹۸؛ ابن سعد، سوم ص۲۱-۲۲۰۔ نیز ملاحظہ ہو ٹی ڈبلیو آرنلڈ The Preaching of Islam لندن ۱۹۳۵ء ص۲۴-۲۳؛ شبلی نعمانی، سیرت النبی، اول ص۲۶۶

۱۱۳؎ ابن اسحاق ص۹-۱۹۸؛ انساب الاشراف، اول ص۲۳۹؛ طبری، دوم ص۳۵۶؛ ابن سعد، سوم ص۳-۶۰۲۔ نیز ملاحظہ ہو: ابن ہشام، سیرۃ النبی، دوم ص۴۱-۳۹ ۱۱۴؎ ابن سعد، سوم ص۸-۱۱۷

۱۱۵؎ ابن سعد، سوم ص۲۱-۲۲۰ ۱۱۶؎ شبلی نعمانی، سیرت النبی، اول ص۷-۲۶۶

۱۱۷؎ ابن اسحاق ص۱۲-۲۰۸ ص۲۳۰؛ انساب الاشراف، اول ص۵۲-۲۴۰؛ ابن سعد، اول ص۳-۲۲۱؛ سوم ص۲۷-۶۰۲ ۱۱۸؎ ابن اسحاق ص۲۲۳؛ طبری دوم ص۳۵۹؛ نیز ملاحظہ ہو ابن سعد، سوم ص۱۱۸، ص۲۱-۲۲۰ ۱۱۹؎ ابن اسحاق ص۵۴۵، ص۵۵۷ نیز ملاحظہ ہو منٹگمری واٹ محمد ایٹ مدینہ، آکسفورڈ ۱۹۵۶ء، ص۸۴؛ عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، مذکورہ بالا پنجم ص۳-۲۴۴ دوازدہم ص۶-۱۸۴

اسلام کا نظام معیشت مولانا صدرالدین اصلاحی قیمت: ۳ روپئے

انگریزی ترجمہ The Islamic Economic Order مترجم: ڈاکٹر عبدالمغز منظر
قیمت: ۵ روپئے

ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی - پان والی کوٹھی - دودھ پور - علی گڑھ